عربی زبان وادب میں حرمین شریفین کے سفر ناموں کی روایت اور اس کا ارتقاء

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
(نگران صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی لاہور)

انسان بنیادی طور پر ''جدت پسند'' واقع ہوا ہے۔ اس لئے نت نئی چیزیں دیکھنے اور دنیا کی سیاحت کرنے کا شوق اس کی فطرت میں رچا بسا ہے' لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''سفر'' (Journey) کا تصور ایک بین الاقوامی ''تصور'' ہے' جو اسلام سے قبل بھی کرہ ارض پر موجود تھا۔ چنانچہ قدیم انبیا علیہم السلام میں سے حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی (سفینہ) پر سفر (۱)' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا' عراق سے فلسطین (الخلیل) جاتے ہوئے ادھر سے گذرنا (۲) اور وہاں سے مکہ مکرمہ میں......... بیت اللہ شریف کی تعمیر و تاسیس کے لیے آنا' (۳) ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سمیت مصر سے نکل کر صحرائے سینا آنا اور وہاں ''صحرا'' نوردی کرنا (۴)' حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں بنی اسرائیل کا ارض فلسطین میں داخل ہونا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے اڑھائی سالہ دور نبوت میں مسلسل سفر میں رہنا .... اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے سسرالی خاندان بنو جرہم کا (۵)' سفر کر کے مکہ مکرمہ میں آباد ہونے کے لئے آنا' وغیرہ اس کی نمائندہ مثالیں ہیں.

اس عالمگیر تصور کے علاوہ خود اہل عرب بھی سفر کے تصور سے ناآشنا نہ تھے' بلکہ اگر یہ کہا جائے' تو درست ہوگا کہ ان میں سے اکثر قبیلوں کی زندگیاں سفر ہی میں گزرتی تھیں۔ یہ لوگ کسی ایک جگہ آباد ہونا اور مستقل سکونت اختیار کرنا اپنی شان مروت و مردانگی کے منافی تصور کرتے تھے۔ اس کے برعکس' مسلسل سفر میں رہنا ...... کچھ دنوں کے بعد' کسی نئی منزل کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا' ان کی معاشرت کا مستقل عنصر تھا...... غالباً اسی لئے

عربی قصیدے کی ابتدا سفر کے نتیجے میں رونما ہونے والے المناک واقعات یعنی ہجر و فراق کے تصور سے ہوتی ہے ..... انتہا یہ ہے کہ اس جذباتی تصور کو ایسی پذیرائی ملی کہ حضرت حسانؓ بن ثابت انصاری (م ۶۰ ھ) جیسے شہری شاعر (۵۔الف) اور ان کے بعد .... کے سیکڑوں شعرا نے بھی اسی انداز سے اپنے اپنے قصائد کی ابتدا کی ہے جس سے سرزمین عرب پر سفر کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے.

دراصل سفر ایک حرکت (Movement) ہے جو کہ زندگی کی علامت ہے اور اس کے برعکس سکونت (Stay) ایک جمود ہے ...... جو موت کی نشانی ہے .... اللہ تعالیٰ نے "اسلام" کی دولت عطا کرنے کے لئے ایک ایسی قوم کا انتخاب فرمایا جس کی رگ رگ میں "حرکت" تھی اور جس کی زندگی مسلسل سفر اور حرکت سے عبارت تھی اس حرکت نے آگے چل کر اسلام کی اشاعت اور "علوم اسلامیہ" کی تبلیغ واشاعت میں اہم اور مؤثر کردار ادا کیا.

اسلامی دور

ان حالات میں جب اسلام کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا اور سرزمین عرب اس کی تابانیوں سے سب سے پہلے جگمگائی تو سفر" کے اس "محدود" تصور کو مزید وسعت عطا ہوئی اور سفر نے مسلمانوں میں "بین الاقوامیت" کے جذبوں کو فروغ دیا.

یہاں یہ ذکر مناسب ہوگا کہ اسلام سے قبل سفر کے مقاصد بہت مختصر اور محدود تھے۔ زیادہ تر لوگ اپنی ذاتی ضرورت کے تحت نقل مکانی کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک قبیلہ کسی خاص چشمہ یا پانی کے ذخیرے پر آباد ہوتا جب پانی کا یہ ذخیرہ خشک ہو جاتا تو وہ قبیلہ وہاں سے نقل مکانی کر کے دوسری جگہ آباد ہو جاتا۔

اس کے علاوہ حج و عمرہ کے لیے سفر اختیار کرنے کا رواج بھی موجود تھا اسلام نے سفر یا نقل مکانی کے مقاصد میں وسعت پیدا کرتے ہوئے اس کے حسب ذیل مقاصد بیان فرمائے

۱۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فطرت کا مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے سیاحت یا سفر کا جو سب سے اعلیٰ وارفع مقصد بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ

انسان اس خیال سے سیاحت کرے' تاکہ وہ گھر باہر نکل کر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے تخلیقی کمالات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے' مثلاً ارشاد ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْآخِرَةَ (۶) یعنی ''کہہ دو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے۔ پھر خدا ہی دوسری بار پیدا کرے گا.''

تخلیق کائنات کا اس پہلو سے مشاہدہ یقیناً انسان کی بصیرت میں اضافہ کرتا ہے.

۲۔ تبلیغ و جہاد

سیاحت یا گھر سے نکلنے کا دوسرا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچانا اور اعلائے کلمہ اللہ یعنی جہاد و قتال کے لئے گھر سے باہر نکلنا ہے ...... چنانچہ ارشاد مبارک ہے:
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا (۷)، یعنی: ''اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا' جو کفر کرتے ہیں اور ان کے (مسلمان) بھائی جب (خدا کی راہ میں) سفر کریں اور مر جائیں' یا جہاد کو نکلیں' (اور مارے جائیں) تو ان کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے''

ایک حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے ''جہاد'' کو مسلمانوں کی سیاحت قرار دیا ہے.

۳۔ تجارت و شغل معاش

تیسرا بڑا مقصد' جس کے لیے اسلام نے سفر اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے' تجارت' کا شغل ہے' جس کی وجہ یہ ہے کہ 'اسلام نے دین و دنیا کی تفریق ختم کر کے' دونوں کو ایک ہی ''جذبے'' اور ایک ہی ''مقصد'' کے تحت جمع کر دیا ہے اور اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ مال انسانی زندگی کو قائم و دائم رکھنے کا ذریعہ (جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا (۸)) ہے۔ چنانچہ نماز جمعہ کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:
فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۹)، یعنی ''پھر جب

نماز کا وقت ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔"

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے رات کی نماز، یعنی تہجد میں تخفیف کی حکمت واضح کرتے ہوئے فرمایا: عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنکُمْ مَّرْضٰی (۱) وَ آخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (۱۰) یعنی "اس نے جان لیا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ بیمار بھی ہوتے ہیں اور کچھ خدا کے فضل (تجارت و معاش) کی تلاش میں زمین میں سفر کرتے ہیں"

۴۔ تلاش علم

اسلام میں سفر کا ایک اور مقصد "طلب علم" کو قرار دیا گیا ہے۔ جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر فرض قرار دیا ہے اور اسے مومن کی متاع گم گشتہ قرار دے کر اس کی تلاش و جستجو کو لازم ٹھہرایا ہے، ارشاد نبوی ہے:

"جو شخص طلب علم کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے سامنے اپنی خوشی کے اظہار کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔(۱۱)"

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک "مرد بزرگ" کے پاس جانے اور کچھ وقت کے لئے ان کی معیت و رفاقت اختیار کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے محدثین کے مطابق اس سے بھی طلب علم کے لیے سفر اختیار کرنے کی ترغیب ملتی ہے (۱۲).

علاوہ ازیں طالب علموں کے قدموں تلے فرشتوں کے پر بچھانے کا تذکرہ کر کے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کے اس اعلیٰ ترین مقصد کو اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔

۵۔ ہجرت فی سبیل اللہ

سفر کرنے کی ایک اہم وجہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نقل مکانی یا ترک وطن ہے۔ اس کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب کفار مکہ نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ چنانچہ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ترک وطن کی اجازت مرحمت فرما دی۔۔۔ اس موقع پر حکم آیا:

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ (۱۳) یعنی : اے

میرے وہ بندو‘ جو ایمان لائے ہو‘ میری زمین بہت کشادہ ہے‘ سو تم میری ہی عبادت کرو’’.

۶۔ حج و عمرہ:

سفر کا ایک اور اہم ترین مقصد حج و عمرہ کی ادائیگی ہے‘ چنانچہ حج کی فرضیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دور دراز سے آنے اور سفر اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا (۱۴)‘ یعنی: ’’اور اللہ تعالیٰ کا حق (فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے وہ اس کا حج کرے‘‘

اسی طرح سورہ الحج میں اس کے لیے دور دراز کے سفر اختیار کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا: وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ (۱۵)‘ یعنی: اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر‘ جو دور دراز راستوں سے چلے آتے ہوں‘ سوار ہو کر چلے آئیں.

مقاصد کے اسی تنوع کے باعث مسلمانوں نے ہر دور میں سیر و سیاحت کا طریقہ اپنایا۔ البتہ اپنے سفر کے حالات و وقائع مرتب کرنے کا اسلوب‘ یعنی سفر نامہ نگاری کی ابتداء قدرے وضاحت طلب ہے.

یہاں یہ ذکر بھی مناسب ہو گا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اس وقت آپ اپنے گھر سے کم و بیش تین میل کے فاصلے پر ایک دشوار گزار غار (غار حرا) میں تشریف فرما تھے۔ اس طرح گویا اسلام کی ابتدا ہی ’’دوران سفر‘‘ سے ہوئی .... پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی تبلیغ کے لئے عرب کے مختلف علاقوں اور قبیلوں کی خیمہ گاہوں کی طرف مسلسل سفر کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ کی ’’حیات طیبہ‘‘ کا کچھ حصہ بڑی حد تک ایسے ہی تبلیغی دوروں اور دعوتی اسفار میں گذرا۔ جس میں سے ایک یادگار سفر ’’طائف‘‘ کا بھی ہے۔ جہاں آپ ایک ہفتہ کا سفر کرکے گئے تھے۔ اور جہاں آپ نے ایک ہفتہ تک قیام فرمایا تھا۔ اس سفر میں اہل طائف کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناروا سلوک آپ کی دعوتی اور تبلیغی زندگی کا ایک یادگار سانحہ ہے.‘‘

پہلا سفر حرم

اسلامی تاریخ میں پہلا سفر حرم کونسا تھا؟اس بارے میں مختلف آراء پیش کی جاتی ہیں ،لیکن ہمارے خیال میں درجہ ذیل قصہ اس کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے.

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی اعلان نبوت کیا'آپ کی بھرپور مخالفت اور عداوت شروع ہوگئی۔ اور جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے ان کو طرح طرح سے ظلم اور زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا تھا........ انہی حالات میں حرم مکہ کی طرف تاریخ اسلام کا پہلا سفر اختیار کیا گیا اور لطف یہ کہ اس سفر حرم کو مسافر کی ذات محترم نے ہی اپنے الفاظ میں بیان کر کے اسے دنیائے اسلام کا پہلا ''سفر نامہ حرم'' بنادیا ہے........ یہ ذات محترم حضرت ابو ذر الغفاریؓ کی ہے جنہوں نے اعلان نبوت کے دوسرے یا تیسرے سال یہ سفر اختیار کیا تھا.

حضرت ابو ذر الغفاریؓ (م ۳۱ھ / ۶۵۱ء) کے نام میں اختلاف ہے'مشہور قول کے مطابق ان کا نام جندب بن جنادہ بن السکن ہے. ان کا قبیلہ ''بنو غفار'' تھا جو کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین رہائش پذیر تھا۔ انہوں نے اپنے قبول اسلام کا قصہ خود بیان کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"جب انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے بھائی انیس الغفاری کو کہا کہ تو اس وادی میں سوار ہو کر جا اور مجھے اس شخص کے متعلق صحیح صحیح خبر لا کر دے'جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔ چنانچہ ان کے بھائی مکہ مکرمہ آئے اور انہوں نے یہاں آکر آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور پھر واپس جا کر حضرت ابو ذرؓ کو بتایا کہ ''میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ عمدہ اخلاق اپنانے کا حکم دیتے ہیں اور وہ ایسا کلام سناتے ہیں جو کہ شعر نہیں ہے''

حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا جو میں چاہتا تھا تو نے وہ باتیں بتا کر میری تشفی نہیں کی'چنانچہ انہوں نے خود زاد سفر لیا ایک مشکیزہ پانی سے بھرا اور مکہ مکرمہ چلے آئے اور مسجد (حرام) میں آکر بیٹھ گئے۔ یہاں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا'مگر مشکل یہ تھی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے اور انہوں نے کسی اور شخص سے پوچھنا بھی گوارا نہ کیا۔

اسی حالت میں انہیں رات ہو گئی تو وہ وہیں لیٹ گئے۔ اس وقت حضرت علیؓ کی نگاہ ان پر پڑی تو انہوں نے فوراً جان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ذرؓ کو اپنے ہمراہ اپنے گھر لے آئے۔ دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے سے صبح تک کوئی بات نہ کی۔ صبح ہوئی تو حضرت ابو ذرؓ نے اپنا سامان اور اپنا مشکیزہ اٹھایا اور مسجد (حرام) میں چلے آئے اور انہوں نے یہ (اگلا) دن بھی ہیں گزار دیا۔

اس روز بھی انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہ آئے' چنانچہ وہ شام کے وقت اپنے آرام کی جگہ چلے آئے۔ اس روز بھی حضرت علیؓ کا ان کے قریب سے گزر ہوا تو انہوں نے فوراً پہچان لیا اور کہا کہ ابھی مسافر اپنے گھر نہیں گیا' چنانچہ وہ اس دن بھی انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ اس رات بھی دونوں میں سے کسی نے دوسرے سے کچھ نہیں کہا۔ تیسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا اور شام کو حضرت علیؓ انہیں اپنے ہمراہ لے آئے.......... اس دن حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ ''کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کی یہاں آمد کا مقصد کیا ہے'' وہ بولے اگر تم مجھے اس بات پر پختہ عہد اور میثاق دو کہ تم ضرور میری رہنمائی کرو گے تو میں اپنا مقصد بتا دوں گا' چنانچہ حضرت علیؓ نے ایسے ہی کیا...... حضرت ابو ذرؓ نے اب انہیں اپنی آمد کا مقصد بتا دیا جس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ تم نے صحیح سنا ہے وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جب صبح ہو تو تم میرے پیچھے پیچھے چلے آنا اگر مجھے راستے میں' کوئی ایسی بات دکھائی دی جس سے مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہوا تو میں راستے میں ایک طرف ہو کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ جیسے پیشاب کر رہا ہوں' پھر جب میں وہاں سے گزر جاؤں تو تم پھر میرے پیچھے پیچھے چلے آنا' تا آنکہ ہم نے جہاں جانا ہے وہاں پہنچ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اگلے دن ایسے ہی کیا۔ اس طرح حضرت ابو ذرؓ حضرت علیؓ کے ہمراہ آنحضور ﷺ کے پاس پہنچ گئے' یہاں انہوں نے آنحضور ﷺ کی باتیں سنیں تو آپ کے ہاتھ پر فوراً اسلام قبول کر لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: کہ تم واپس اپنے لوگوں کے پاس چلے جاؤ اور انہیں میری نبوت و رسالت کے متعلق بتاؤ تا آنکہ تمہیں میرا دوسرا کوئی حکم نہ ملے۔

لیکن حضرت ابو ذر الغفاریؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم' جس کے قبضے میں میری جان

ہے' میں اسلام کا ان کفار کے سامنے ضرور اعلان کروں گا...... چنانچہ انہوں نے مسجد میں جا کر اونچی آواز سے کلمۂ شہادت کا اعلان کیا' جس پر کفار انہیں مارنے کے لئے ٹوٹ پڑے' مگر حضرت عباسؓ نے' انہیں' ان پر خود کو گرا کر' بچایا اور لوگوں سے کہا' کیا تم نہیں جانتے' کہ یہ قبیلہ غفار سے ہے۔ جو تمہارے شام کے' تجارتی راستے پر آباد ہے' اگلے دن انہوں نے پھر ایسے ہی کیا اور حضرت عباسؓ نے انہیں حسب سابق کفار سے بچایا''

ہمارے خیال میں اسلامی تاریخ کا یہ قدیم ترین ''سفر حرم'' بھی ہے اور ''سفر نامہ حرم'' بھی' جسے مسلم شریف کے ہاں ''خود بیانیہ انداز'' میں اور البخاری کے ہاں ''صیغہ غائب'' کے اسلوب ادا میں بیان کیا گیا ہے .... اس کی قدامت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے خود کو ''پانچواں مسلمان'' بیان کیا ہے.

اس کے بعد ''حرم مکہ کے سفر'' تو بہت سے لوگوں نے کیے ...... جن میں کچھ ایک (مثلاً حضرت طفیل بن عمرو الدوسیؓ م جنگ یرموک ۱۳ھ) نے قبول اسلام کی سعادت بھی حاصل کی' مگر ان کے ان سفروں کے ''سفر نامے'' دستیاب نہیں ہیں.

سفر ہجرت

قریش مکہ کی ضد' ہٹ دھرمی' اور اسلام کی کھلی مخالفت و عداوت نے بالآخر ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ رسول اکرم ﷺ کو اسلام کے لئے ایک نئے ''مرکز'' کی تلاش شروع ہوئی' اللہ تعالیٰ نے یہ حسن سعادت یثرب (مدینہ منورہ) کے حصے میں لکھ رکھی تھی' جسے مکہ مکرمہ کے ساتھ' اسلام کے دوسرے حرم اقدس' یعنی مقام محترم و مسعود ہونے کا شرف حاصل ہونا تھا.

اللہ تعالیٰ نے اس کے ظاہری اسباب اس طرح پیدا فرما دیئے کہ ۱۰ھ میں قبیلہ خزرج (یثرب) کے چھ خوش نصیب افراد ''حج بیت اللہ'' اور حرم مکہ کی زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوئے .... یہ لوگ منیٰ کے ایک گوشے میں خیمہ لگا کر بیٹھے تھے کہ رحمت دو عالم ﷺ انکے پاس تشریف لائے اور انہیں اسلام قبول کر کے سعادت دارین حاصل کرنے کی دعوت دی ...... یہ لوگ چونکہ یہودیوں کے ہمسائے تھے اور یہودیوں کی زبانی نبی

آخر الزمان کی علامتیں اور باتیں سنتے رہتے تھے۔ اس لئے جب ان کے سامنے یہ دعوت آئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور باہم کہنے لگے کہ "یہ تو وہی نبی ہیں جن کا تذکرہ یہودی کرتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کو قبول کرنے میں ہم سے سبق لے جائیں' لہٰذا انہوں نے فوری طور پر اسلام قبول کر لیا اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنے وطن جا کر' اسلام کی اشاعت کی کوشش کریں گے اور آئندہ سال اسی جگہ دوبارہ آپ سے آکر ملیں گے.

آئندہ سال سعادت مند و خوش نصیب افراد کا یہ قافلہ مزید چھ (یا سات) افراد (کل بارہ افراد) کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا .... ان لوگوں نے اس سال خصوصی طور پر درخواست کی کہ آنحضور ﷺ اسلام کی تبلیغ اور قرآن حکیم کی تعلیم کے لیے کچھ مبلغین کو ان کے ہمراہ بھیج دیں' چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو ان کے ہمراہ ارسال کر دیا۔ ان دونوں بزرگوں' خصوصاً حضرت مصعبؓ کی کوشش سے 'مدینہ منورہ میں اسلام کی وسیع پیانے پر اشاعت ہو گئی' چنانچہ آئندہ سال ۷۳ مردوں اور ۲ خواتین (کل ۷۵ افراد) پر مشتمل جماعت نے "آنحضور ﷺ کے ہاتھ پر اس عہد کے ساتھ بیعت کی' کہ وہ آنحضور ﷺ کی اپنے بال بچوں سے بھی زیادہ حفاظت کریں گے اور آپ کو مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی.

آنحضور ﷺ نے یہ دعوت قبول کر لی' اور حج کے بعد سے مسلمان اکا دکا' اور جماعتوں کی شکل میں مدینہ منورہ روانہ ہونے لگے۔ اس موقع پر 'بعض بڑے دلدوز واقعات بھی سامنے آئے (۱۷).

جب مکہ مکرمہ مسلمانوں سے قریباً خالی ہو گیا' اور قریش مکہ نے آنحضور ﷺ کے قتل کا ناپاک منصوبہ تیار کر لیا' تو آنحضور ﷺ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی.'

آنحضور ﷺ کا یہ سفر مبارک...... کئی اعتبار سے یادگار سفر ہے .... اس سفر ہجرت سے 'اسلامی تاریخ یا سنہ ہجری کی ابتدا ہوئی' اور پھر یہ تاریخ عالم کا پہلا سفر مبارک ہے. جس کی 'جزئیات' تک تاریخ و سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

اس لیے ..... سفر ہونے کے علاوہ آنحضور ﷺ کا یہ "سفر مبارک" قدیم ترین

سفر نامہ حرم ہونے کا اعزاز بھی رکھتا ہے۔ البتہ اس سفر کا ''سفر نامہ نگار'' متعین نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسے بے شمار لوگوں نے اپنے اپنے اسلوب میں بیان کیا ہے۔

یہ سفر نامہ مبارک اپنے اندر بہت سے اسباق بھی رکھتا ہے۔ جن میں سے ایک وطنیت اور قومیت کے بارے میں اسلام کے عالمگیر اخوت والے نظریئے کا اظہار و اعلان بھی ہے۔ آپ کی ولادت مکے میں ہوئی، مگر ہجرت کے بعد آپ نے اپنا جینا اور مرنا انصار مدینہ کے ساتھ طے کر لیا اور پھر مکے کی فتح کے باوجود اپنے اس مرکز و مستقر کو نہیں چھوڑا (۱۸)۔

۲۔ سفر صلح حدیبیہ

''سفر ہجرت کے بعد..... کفار مکہ نے مدینہ منورہ پر حملے کے لئے بار بار کوچ کیے، مگر رحمت دو عالم ﷺ نے ۶ ھ تک اس طرف جانے کا بالکل ارادہ نہیں کیا..... سنہ ۵ ھ میں جب قریش مکہ کا مدینہ منورہ پر سب سے بڑا حملہ (احزاب)..... ناکام ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

الآن نغزوھم و لا یغزوننا یعنی اب ہم ان پر چڑھائی کریں گی، مگر وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے۔

چنانچہ اس سے اگلے ہی سال یکم ذوالقعدہ ۶ ھ / ۶۲۸ء کو، آنحضور ﷺ اپنے ایک الہامی خواب سے بشارت پا کر، چودہ یا پندرہ سو صحابہ اکرمؓ کے ہمراہ عازم مکہ مکرمہ ہوئے .....ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے قربانی کے جانوروں کی گردنوں میں، عرب کے مروجہ دستور کے موافق، قلادے ڈالے اور عمرے کے لیے احرام باندھا ...... چونکہ آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا، بلکہ محض عمرہ کرنا مقصود تھا، اس لئے آپ ﷺ نے تلوار کے سوا کوئی ہتھیار ہمراہ نہیں رکھا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کو اجازت دی۔

آپ ﷺ کو اطلاع ملی کی، قریش مکہ کو آپ کے ارادہ عمرہ کی خبر ہو گئی ہے، اور وہ آپ کے مقابلے پر تیار ہو کر بیٹھے ہیں، اور یہ کہ آپ کا راستہ روکنے کے لئے بطور مقدمۃ الجیش خالد بن ولید دو سو افراد کے ہمراہ مقام کراع الغمیم تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے یہ سنا، تو راستہ بدل لیا اور

نامانوس راستوں سے ہوتے ہوئے 'حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے جو اسی نام کے قصبے کے پاس ایک کنوئیں کا نام تھا۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے ۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے (۱۹) یہاں کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان چھ شقوں پر مشتمل ایک معاہدہ ترتیب پایا' جسے اسی قصبے کے نام پر صلح (یا معاہدہ) حدیبیہ کہا جاتا ہے (۲۰)۔

۳۔ سفر عمرہ القضاء

اس معاہدے کی رو سے یہ طے ہوا تھا کہ آنحضور ﷺ آئندہ سال اسی موسم میں عمرہ ادا کرنے آئیں گے اور مکہ مکرمہ میں تین دن قیام کریں گے اور عمرہ ادا کر کے واپس چلے جائیں گے۔

آئندہ سال ۷ھ میں جیسے ہی ذوالقعدہ کا چاند نظر آیا نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو عمرہ کی ادائیگی کے لیے روانگی کا حکم دیا' چنانچہ ان صحابہ کرامؓ سمیت جو گذشتہ سال عمرہ ادا کرنے کے لیے آپ کے ہمراہ آئے تھے دو ہزار صحابہ کرامؓ کی معیت میں آنحضور ﷺ عمرہ القضا کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے اور حسب معاہدہ تین دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد خیر و عافیت واپسی ہوئی واپسی سفر میں حضرت میمونہؓ سے نکاح اس سفر کا یادگار واقعہ ہے۔

اسی سفر میں واپسی پر حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کی بیٹی چچا جان چچا جان کہتے ہوئے آپ کے پیچھے چل دی۔ آپ نے اسے حضرت علیؓ کو دے دیا۔ حضرت علیؓ نے یہ بچی حضرت فاطمہؓ کو دے دی۔ اس پر حضرت علیؓ حضرت زیدؓ حضرت جعفرؓ کا اس بچی کی تربیت کے بارے میں جھگڑا ہو گیا' حضرت علیؓ نے کہا میں نے اسے لیا ہے اور یہ میری چچازاد بہن ہے۔ لہذا اس پر میرا حق ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے' لہذا اس پر میرا حق ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ وہ میرے منہ بولے بھائی کی بیٹی ہے' لہذا میں اس کی تربیت کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ آنحضور ﷺ نے یہ بچی اس کی خالہ (زوجہ حضرت جعفرؓ) کو دے دی اور فرمایا خالہ ماں ہی ہوتی ہے (۲۱)۔

۴۔ سفر حجۃ الوداع

آنحضور ﷺ کے حج و عمرہ کے لئے اختیار کردہ اسفار میں 'واقعات سفر کی ترتیب و تدوین اور جزئیات کی تفصیلات کے اعتبار سے سفر حجۃ الوداع سر فہرست ہے۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے جتنی تفصیل سے اس سفر مبارک کی جزئیات اور تفصیلات کو قلمبند کیا ہے۔ اتنی تفصیل اور جزئیات کی پاسداری کے ساتھ حیات طیبہ کے کسی اور سفر کے واقعات کو مرتب نہیں کیا.......اس لئے حیات طیبہ کا یہ سفر تاریخی ترتیب میں سب سے متاخر ہونے کے باوجو د.......سفر نامہ رکھنے کے اعتبار سے سر فہرست ہے.

پھر یہ سفر مبارک ایک ایسے وقت میں پیش آیا' جب تمام جزیرہ العرب' جنوبی عراق و جنوبی فلسطین کے خطوں سمیت اسلام کے زیر نگیں آچکا تھا اور ''اسلامی حکومت'' اس علاقے کی ایک مستحکم اور آئینی مملکت کے طور پر دنیا کے افق پر ابھر چکی تھی .....اور اس اعتبار سے یہ سفر ایک پیغمبر اور رسول ﷺ کا سفر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک حکمران کا سفر مبارک بھی تھا.

پھر اس بار.......پہلی اور آخری مرتبہ ایسا ہو رہا تھا کہ قریباً ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کرامؓ کی قدسی جماعت آنحضور ﷺ کے ہمراہ تھی ....ان میں ہر عمر، ہر نسل اور ہر علاقے کے لوگ شامل تھے اور نبی اکرم ﷺ ان تمام لوگوں کے سامنے مناسک حج ادا کر کے ......حج کے طریقے اور اس کے مسائل کی تعلیم عام کرنا چاہتے تھے۔ پھر اس سفر مقدس میں عرب کے تمام ذہین و فطین لوگ خصوصاً احادیث و روایات کے تمام اساطین آنحضور ﷺ کے ہمراہ شریک حج ہو رہے تھے' اس لئے اس مرتبہ اس سفر کے واقعات کی تدوین و اشاعت میں خصوصی طور پر دلچسپی لی گئی .....اور اس طرح تاریخ اسلام کا یہ پہلا سفر حج ہے جس کے ''سفر نامے'' اتنی تفصیل کے ساتھ مرتب کئے گئے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ (۲۲)

خلافت راشدہ (۱۱۔۴۰ھ / ۶۳۲۔۶۶۱ء) کے بعد...مدینہ منورہ گو مسلمانوں کا سیاسی مرکز تو نہ رہا تھا۔ البتہ مدینہ منورہ کئی صدیوں تک امت مسلمہ کا علمی اور فکری مرکز رہنے کے علاوہ مسجد نبوی اور روضۂ رسول ﷺ پر مشتمل ہونے کے باعث بدستور غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا اور مسلمانوں کے قافلے اس شہر مبارک کی زیارت اور اس کے دیدار کے لیے

جوق در جوق آتے اور اس شہر مقدس کی زیارت سے اپنے قلب و نظر کی پیاس بجھاتے رہے...... اس طرح مکہ مکرمہ کے ساتھ ساتھ 'مدینہ منورہ کی ''مرکزیت'' بھی مستحکم ہوتی رہی۔

دور صحابہ و تابعین

آنحضور ﷺ کے بعد حج و عمرہ ادا کرنے کا طریقہ روز افزوں رہا۔ صحابہ کرامؓ نے 'جو آنحضور ﷺ کی ہر ایک سنت مبارکہ اور ہر ایک اسوۂ حسنہ پر عمل کو اپنے لئے لازم اور ضروری خیال کرتے تھے 'اس اسوۂ حسنہ پر عمل جاری و ساری رکھا۔ کچھ صحابہ کرامؓ ایسے تھے جو ہر سال حج و عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے تھے اور خصوصیت کے ساتھ انہیں مقامات پر ٹھہرتے تھے جہاں نبی اکرم ﷺ نے اپنے سفر حج میں قیام فرمایا تھا ...... ایسے صحابہ کرامؓ میں سے خصوصیت کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں بزرگ ہر سال حج کے لئے مکہ مکرمہ جاتے اور خصوصیت کے ساتھ' (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) راستے میں انہی مقامات پر قیام فرماتے ' جن جن مقامات پر 'رسالت مآب ﷺ نے قیام کیا تھا۔ اس طرح ''سفر حج'' میں دو دو سعادتیں حاصل کرتے: حج و عمرہ کی اور ان مقامات کی زیارت کی جن مقامات کو آنحضور ﷺ کے قیام سے شرف و تقدس حاصل ہوا تھا........(۲۳)

چنانچہ ان بزرگوں کے سفر حج کے بعض واقعات کو ان کے شاگردوں نے محفوظ کر کے ''سفر نامہ'' مرتب کرنے کی اس روایت کو آگے بڑھایا ہے....... یہی سلسلہ تابعین کے دور میں بھی جاری و ساری رہا 'لیکن ان ایام میں لوگ حج کو ایک فریضے کی ادائیگی کا عمل سمجھتے تھے۔ اسی لئے وہ ''سفر نامہ نگاری'' کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔ اسی لئے .... اس دور میں سفر حج و عمرہ تو بے شمار ہوئے 'لیکن کوئی ''سفر نامہ'' مرتب اور مدون نہیں کیا گیا۔

البتہ ''سفر نامہ نگاری'' کا اسلوب اس حد تک برقرار رہا کہ حکمرانوں کے سفر حج کے وہ واقعات محفوظ رکھے گئے جن کا کسی سیاسی یا انتظامی اہمیت کے واقعے سے تعلق تھا۔ مثال کے طور پر بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمران جب حرام اقدس میں حاضر ہوتے تھے تو ان کے ساتھ

ملک بھر کی سیاست اور انتظامیہ بھی وہیں پہنچ جاتی' چنانچہ یہ لوگ یہاں اس حیثیت سے جو جو اقدام کرتے تھے' اس کی تفصیلات کتب تاریخ میں محفوظ و مدون صورت میں موجود ہیں۔ خصوصاً ایسے واقعات' جن کا تعلق خاص حرم اقدس کی حفاظت یا وہاں کی تعمیر و ترقی سے ہوتا تھا.

درمیان میں کچھ عرصہ ایسا بھی آیا جب مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ملک بھر کی سیاست کے مرکز بن گئے۔ یہ وہ سیاسی دور تھا جب سیاست کی زمام کار بنو معاویہ سے نکل کر بنو مروان کی طرف منتقل ہو رہی تھی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں خلافت کا دعویٰ کر کے ان دونوں مقامات مقدسہ کو اپنا مرکز بنا لیا تھا........ ان ایام میں حکمرانوں کے ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کی تفصیلات بھی کتب تاریخ میں محفوظ ہیں...... اس پورے سلسلے کا اختتام حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حجاج بن یوسف کے ہاتھوں شہادت اور مروانیوں کی فتح کی صورت میں ہوا (۷۳ھ).

بنو عباس کے زمانے میں ہارون الرشید' ملکہ زبیدہ' مامون الرشید اور بعض دیگر حکمرانوں کی حرمین شریفین میں آمد' وہاں ان کے قیام اور ان کی سرگرمیوں کی تفصیلات کتب تاریخ میں خصوصی طور پر محفوظ رکھی گئی ہیں.

لیکن انہیں ''سفر نامہ نگاری'' کے بجائے ' وقائع نگاری' کہنا زیادہ موزوں ہوگا .... یہ الگ بات ہے کہ یہ وقائع نگاری' جب کسی سفر کی تفصیلات سے متعلق ہو' تو وہ سفر نامہ نگاری' بن جاتی ہے (۲۳).

سفر نامہ نگاری کی ابتدا

تاریخ اسلام میں اس ''وقائع نگاری'' نے کب اور کیسے ''سفر نامہ نگاری'' کی صورت اختیار؟ کی' اس بارے میں وثوق کے ساتھ کچھ کہنا بہت مشکل ہے' البتہ یہ بات یقینی ہے کہ نامور کتابیات نگار ابن الندیم (ابو الفرج محمد بن اسحاق بن ابی یعقوب الندیم الوراق البغدادی' م بعد از ۳۹۰ھ / ۹۹۹ء) (۲۴) کی معروف زمانہ کتاب' کتاب الفہرست (یا فہرس العلوم' مطبوعہ Flugel ۱۸۷۱ء) میں الرحلۃ یا ''کتاب الرحلۃ کے عنوان پر کسی بھی کتاب کی غیر موجودگی جا طور پر اس استدلال کی اجازت دیتی ہے کہ اس کے سال تالیف (۳۷۰ھ / ۹۸۰ء) تک اس

عنوان پر کوئی کتاب موجود نہ تھی البتہ ۔۔۔۔ کتاب الحج یا کتاب العمرہ کے نام سے بہت سے مؤلفین نے کتابیں ضرور مرتب کی تھیں (۲۵)، مگر ان کی حیثیت ، مکمل طور پر کتب فقہ 'یا کتب حدیث کی تھی 'انہیں ''سفر نامہ'' کی خصوصی صنف سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ تھا........

ہمارے خیال میں ''سفر نامہ نگاری'' کی ابتدا پانچویں صدی ہجری / گیارہویں صدی عیسوی سے پہلے نہیں ہو سکی اور جیسا کہ سید سلیمان ندویؒ نے مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے سفر حجاز کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ اسلامی تاریخ میں سفر نامہ نگاری کی ابتدا ''سفر نامہ ہائے حرمین'' سے ہی ہوئی۔ چنانچہ تمام نامور سفر نامہ نگار ' مثلاً ابن حوقل 'اصطخری ' ناصر خسرو 'ابن جبیر 'اور ابن بطوطہ وغیرہ بنیادی طور پر حج ہی کے لیے گھر سے نکلے تھے، لیکن جب باہر کی دنیا دیکھی ' تو پھر وہ اس میں ایسے محو ہوئے کہ کئی ملکوں میں گھومے پھرے اور سفر ناموں کی صورت میں علمی دنیا کو ایک بیش بہا تحفہ دے گئے.

رہا یہ مسئلہ کہ نامور سیاحوں میں سے اس بارے میں تقدم کا شرف کسے حاصل ہوا؟ اس بارے میں ابھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ تاہم ہمارے خیال میں اس کی ابتدا تیسری صدی / نویں صدی میں جغرافیہ نگاری کی ضرورت کے تحت ہوئی۔ چنانچہ ابتدائی سیاحت ناموں میں ہمیں ''جغرافیہ نگاری'' کا جو اسلوب نظر آتا ہے اور جو ایک زمانے تک ''سفر نامہ نگاری'' کا حصہ رہا وہ اسی ابتدائی ''سفر ناموں'' کی باقیات میں سے تھا.

اس فہرست میں ابن خرداذبہ (۲۱۱ھ / ۸۲۰ـ ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء) صاحب کتاب المسالک 'ابن الفقیہ صاحب کتاب البلدان (تصنیف ۲۹۰ھ / ۹۰۳)، ابن حوقل (م ۳۵۰ھ / ۹۶۱ء) صاحب کتاب صورہ الارض 'الاصطخری (م ۳۴۷ھ / ۹۵۷ء) صاحب کتاب صورہ الاقالیم وغیرہ کے نام شامل ہیں، جبکہ باقاعدہ سفر نامہ نگاری کا آغاز بیک وقت عربی اور فارسی زبانوں میں ہوا.... فارسی میں نامور سیاح ناصر خسرو (۳۹۴ء ـ ۴۸۱ھ / ۱۰۰۳ھ ۱۰۸۸ء) (۲۶) نے اور عربی میں اسی کے ہم عصر ابو القاسم التجیبی احمد بن سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی (م ۴۷۴ھ / ۱۰۸۱ء) نے رحلۃ ابی القاسم التجیبی ' لکھ کر اس سلسلے کی ابتدا کی (۲۷) اس طرح عربی میں الباجی کو تقدم کا شرف حاصل ہے.

الباجی کا پورا نام القاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث التجیبی المالکی الاندلسی تھا۔ وہ اندلس کے نامور علما اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ انہوں نے (۴۲۶ھ/ ۱۰۳۴ء) کے قریب مشرق وسطی کا سفر اختیار کیا' وہ نامور محدث ابوذر الہروی کے ہمراہ تین برس تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور انہوں نے چار مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی.

بعد ازاں الباجی نے بغداد کا سفر کیا اور وہاں بھی تین سال تک اقامت اختیار کی' وہاں وہ فقہ کا درس دیتے اور حدیث کا درس لیتے رہے۔ انہوں نے وہاں اس دور کے چوٹی کے علما (مثلاً ابو الطیب الطبری اور شیخ ابو اسحاق الشیرازی وغیرہ) سے ملاقات کی.........بعد ازاں وہ موصل گئے۔ وہاں انہوں نے ابو جعفر السمنانی" کے ہمراہ ایک سال تک قیام کیا اور السمنانی" کو فقہ پڑھائی اس طرح مشرقی ممالک میں ان کا مجموعی قیام قریباً تیرہ برس رہا....... انہوں نے المریہ میں انتقال کیا اور ساحل سمندر پر واقع الرباط میں مدفون ہوئے(۲۸).

الباجی کے بعد دوسری شخصیت' جنہوں نے اس صنف ادب میں طبع آزمائی کی ابن جبیر (۵۴۰ھ / ۱۱۴۵ء۔ ۶۱۴ھ / ۱۲۱۷ء) کی ہے.

ابن جبیر کا پورا نام ابوالحسن محمد بن احمد جبیر الکنانی الاندلسی البلنسی ہے۔ ان کی ولادت بلنیہ نواح شاطبہ میں ہوئی' وہ نامور عالم دین تھے اور صناعت القریض اور کتابت میں مہارت رکھتے ہیں.

ابن جبیر نے تین مرتبہ پاؤں رکاب میں رکھا' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی مرتبہ انہوں نے ۵۷۸ھ میں سفر کیا وہ تیس دنوں کے بعد الاسکندریہ (مصر) پہنچے' وہاں سے شام' عراق اور الجزیرہ گئے' اور پھر ۵۸۱ھ / ۱۱۸۵ء میں واپس اندلس لوٹ آئے.

سفر نامے کے اس حصے میں ابن جبیر نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانے کے مصر کا حال تفصیل سے لکھا ہے' اس کے علاوہ انہوں نے مسجد اقصیٰ اور الجامع الاموی کی بعض تفصیلات بھی دی ہیں۔ متوخر الذکر مقام میں جو ایک عجیب وغریب گھڑی نصب تھی' اس کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں.

ابن جبیر کا دوسرا سفر ۵۸۵ھ / ۱۱۸۹ء میں، یعنی فتح بیت المقدس کے بعد ہوا، اور ۵۸۷ / ۱۱۹۱ء میں مکمل ہوا۔

تیسری مرتبہ انہوں نے مکہ مکرمہ اور بیت المقدس کا سفر اختیار کیا اور ان مقامات مقدس کی تفصیلات بیان کیں(۲۹)۔ ان کا یہ "سفر نامہ" کئی بار چھپ چکا ہے، پہلی بار اسے متشرق ولیم ریسط نے ۱۸۵۲ھ میں طبع کیا تھا.......(۳۰) اس وقت اس کا اردو میں ترجمہ بھی دستیاب ہے۔

اس کے بعد ابو العباس احمد بن محمد بن مفرح، المعروف بابن الرومیہ (م ۶۳۷ھ / ۱۲۳۹ء) کی کتاب الرحلۃ کا نام آتا ہے۔ جس کی تفصیلات اور نسخہ کی بابت ضروری معلومات دستیاب نہیں(۳۱)۔

اب تک جن کتابوں کا تذکرہ آیا وہ عمومی نوعیت کی تھیں۔ خاص حرمین کے حوالے سے پہلا سفر نامہ نامور عالم دین محمد بن عمر بن رشید الفہری، مجدالدین السبتی (م ۷۳۱ھ / ۱۳۳۰ء) نے چھ جلدوں میں الرحلہ الی مکہ وطیبہ کے عنوان سے مدون کیا....اس کی باقی تفصیلات دستیاب نہیں ہیں(۳۲)۔

اسی صدی ہجری میں نامور ادیب اور کاتب صلاح الدین، الصفدی ابو الصفا خلیل بن ایبک بن عبداللہ الصفدی الشافعی (۶۹۶ھ / ۱۲۹۶ء۔ ۷۶۴ھ / ۱۳۶۲ء) (۳۳) نے الرحلۃ القدسیہ کے نام سے اپنا سفر نامہ مرتب کیا۔ جس میں مؤلف نے یقیناً اپنا مقامات مقدسہ کا سفر نامہ بھی بیان کیا ہوگا، لیکن یہ کتاب بھی دست برد زمانہ کا شکار ہو کر ناپید ہو گئی ہے۔

الصفدی وہ ادیب اور مصنف ہے، جس نے چھ سو سے زائد کتابیں تصنیف و تالیف کیں اور جن کی کتاب فوات الوفیات مشرق و مغرب میں بے مثال اور بے نظیر سمجھی گئی ہے(۳۴)۔

اسی دور میں نامور سیاح ابن بطوطہ (۷۰۳ھ / ۱۳۰۳ء۔ ۷۷۷ھ / ۱۳۷۵ء) نے اپنا مشہور زمانہ سفر نامہ تحفۃ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار کے نام سے مدون کیا وہ ۲۔ رجب ۷۲۵ / ۱۴ جون ۱۳۲۵ء کو ۲۲ سال کی عمر میں حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوا حج کے بعد وہ عراق چلا گیا۔ جہاں سے وہ ایران، موصل اور دیار بکر گیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ مکہ مکرمہ آگیا۔

جہاں اس نے ۷۲۹ھ ۷۳۰ھ کے سال بسر کیے' اس کے بعد اس نے دنیا کے کئی ملکوں کی سیاحت کی' جس کے دوران میں اس نے ۷۵۰۰۰ میل کا سفر طے کیا۔ اس کے سفر نامہ میں ان تمام باتوں کی تفصیل ملتی ہے (۳۵)

نامور فقیہ' مورخ اور ماہر عمرانیات ابن خلدون (ابو زید ولی الدین عبد الرحمان بن محمد الاشبیلی المالکی (م ۸۰۸ھ / ۱۴۰۴ء) نے بھی رحلۃ ابن خلدون کے عنوان سے ایک سفر نامہ مرتب کیا تھا (۳۶)، لیکن ایک تو اس سفر نامہ میں حرمین کا تذکرہ نہیں ہے .... ثانیاً یہ سفر نامہ بھی دست برد زمانہ کا شکار ہو کر ناپید ہو چکا ہے.

ہمارے خیال میں صراحت کے ساتھ دوسرا '' سفر نامہ حرم '' لکھنے کا شرف نامور محدث اور مفسر قرآن علامہ جلال الدین السیوطیؒ' (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) کو حاصل ہوا۔ اس سفر نامے کا عنوان ہے: 'الرحلۃ الفیومیہ والمکیہ والدمیاطیہ '' (۳۷) ہے مگر یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے.

السیوطیؒ نے اپنے اس سفر میں جو شام' حجاز' یمن' ہند اور مغرب وغیرہ کی سیاحت کی تھی' اس سفر نامہ میں اس کا تذکرہ کیا ہو گا' لیکن اس سفر نامے کی قابل ذکر بات یہ ہے کہ 'انہوں نے اس کے عنوان میں ''المکیہ '' کا اضافہ کر کے 'حرمین کے سفر ناموں کی تحریر و تصنیف کی تحریک کو آگے بڑھایا.

السیوطیؒ کے بعد یہ عنوان کافی مقبول ہو گیا اور کئی لوگوں نے ابن رشید اور السیوطیؒ کے نقش قدم کا تتبع کیا۔ چنانچہ السید علی بن یحییٰ الکیلانی الحموی (م ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۱ء) نے الرحلۃ المکیہ کے نام سے (۴۸) اور احمد بن عبد العزیز الہلالی' السجلماسی المقری المالکی (م ۱۱۷۵ھ / ۱۷۲۳ء) نے بھی اسی نام سے اپنا سفر نامہ حرمین مرتب کیا (۴۱) یہ دونوں کتابیں غالباً ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ اس لئے ان کے انداز و اسلوب بیان کے متعلق کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں.

اسی صدی ہجری کے ایک اور زائر ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر الدرعی المعروف بہ الزینیؒ (۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء) نے رحلۃ الی الحجاز کے نام سے اپنا سفر نامہ حرمین مرتب کیا یہ دو

اجزا پر مشتمل ہے اور فاس (مراکش) سے ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں طبع ہو چکا ہے۔ کتاب کے آخر میں مصنف کے والد کے لکھے ہوئے مناسک حج بطور تتمہ شامل ہیں(۳۹). اس کے علاوہ اس فہرست میں مغرب (افریقہ واندلس) کے کئی اور "سفر نامے" شامل ہیں.

یہ انتہائی نامناسب ہو گا اگر قدیم زمانے میں مصر و شام کے بیسوں حکمرانوں اور شاہی کاروانوں کے حالات و وقائع کو ریکارڈ کرنے والے عظیم مؤلف تقی الدین المقریزی (م ۸۴۵ھ / ۱۴۴۱ء) اور ان کی کتاب المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والآثار کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ جس میں قدیم دور کی بیسیوں سیاحتوں اور حرمین کی طرف جانے والے کاروانوں کی تفصیلات محفوظ کر دی گئی ہیں۔ سفر ناموں خصوصاً سفر نامہ ہائے حرمین کے سلسلے میں یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے.

رحلات الی الحرمین کا دور جدید

یورپ میں علمی بیداری کے بعد 'اس کے اثرات جب عالم اسلام پر پڑے تو اس کے تحت اسلامی دنیا میں جدید انداز اور عمدہ اسلوب میں سفر نامہ نگاری کی ابتدا ہوئی۔ عالم اسلام میں 'اس بارے میں ترکی، مصری اور ہندوستانی علما کو تقدم اور اولیت کا شرف حاصل ہے.........اور آئندہ مقالات میں 'ان میں سے بعض سفر ناموں کا تذکرہ آرہا ہے 'اس لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں.

حوالہ جات و حواشی

(۱) توریت۔ پیدائش (۶/۱ تا ۲۲)

(۲) ایضاً۔ پیدائش (۱۳/ ۲۴)

(۳) ایضاً

(۴) القرآن الکریم، البقرہ (۲/ ۵۸، ۶۰، ۶۱) المائدہ (۶/ ۲۰۔۲۶)

(۵) ابن ہشام: السیرۃ النبویہ، ص ۱۷ تا ۴۷ ؛ الطبری، تاریخ ۱/ ۲۱۹، ۳۸۳، ۷۴۹، ۷۶۱ وغیرہ

(۶) دیوان حسان بن ثابت، مطبوعہ لاہور وغیرہ

(۷) العنکبوت (۲۹/ ۲۰)

(۸) آل عمران (۳/ ۱۵۶)

(۹) النسآء (۴/ ۵)

(۱۰) الجمعہ (۶۲/ ۱۰)

(۱۱) المزمل (۷۳/ ۲)

(۱۲) ابن ماجہ، مقدمہ (۱/ ۸۷) حدیث ۲۲۶

(۱۳) الکہف ۱۸/ (۶۰ تا ۸۲)

(۱۴) العنکبوت (۲۹/ ۱۵۶)

(۱۵) آل عمران، (۳/ ۹۷)

(۱۶) الحج (۲۲/ ۲۷)

(۱۷) ابن حجر العسقلانی: الاصابہ ۴/ ۶۲- ۶۳، عدد ۳۰۴۳، بحوالہ البخاری

(۱۸) الاصابہ ۴/ ۶۳

(۱۹) اس سفر نامے کی تفصیلات البخاری اور مسلم، کے علاوہ کتب سیرت، خصوصاً ابن ہشام، السہیلی اور الزرقانی وغیرہ کی کتب میں ملتی ہیں۔

(۲۰) الزرقانی: شرح المواھب ۲/ ۱۷۹

(۲۱) البخاری، ۷/ ۲۵۳ (کتاب المغازی)، باب ۳۵، غزوۃ الحدیبیہ، حدیث ۴۱۷۸۔۴۱۸۱

(۲۲) البخاری، ۷/ ۴۹۹۔ حدیث ۴۳۵۱.

(۲۳) البخاری ۸/ ۱۰۸۔۱۰۹ احدیث ۴۴۰۶۔۴۴۰۷۔ مسلم، ۲/ ۸۸۷ تا ۸۹۲، حدیث ۱۴۱)۱۲۱۸۔ اس کے علاوہ حافظ ابن حزمؒ (م ۴۵۶/ ۱۰۶۳ء) نے کتاب حجتہ الوداع کے نام سے مستقل کتاب مرتب کی ہے، جبکہ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اس سفر حج کی جو تفصیلات فراہم کی ہیں وہ کسی سفرنامے سے کسی اعتبار سے بھی کم نہیں ہیں.

(۲۴) البخاری، کتاب الحج.

(۲۵) یاقوت الحموی: معجم الادباء ۶: ۴۰۹

(۲۶) مثلاً دیکھیے کتاب الحج، لمحمد بن حسن الشیبانی (حاجی خلیفہ: کشف الظنون، ۲/ ۱۴۱۱ مطبوعہ استانبول)

(۲۷) ناصر خسرو ایک فارسی زبان کا شاعر اور ادیب تھا۔ وہ اسماعیلی مذہب رکھتا تھا۔ اس نے مکہ مکرمہ کا سفر حج کیا اور پھر شام، فلسطین، مصر اور جزیرۃ العرب کی ساحت کی، جس کی روداد اس نے "سفرنامہ" میں مرتب کی ہے۔ اس کی وفات (۴۸۱ھ/ ۱۰۸۸ء) میں ہوئی۔۔۔ (المنجد فی الاعلام)

(۲۸) محمد اسماعیل پاشا البغدادی: ایضاح المکنون، ۱/ ۵۵۰۔ مطبوعہ استانبول ۱۹۴۵ء

(۲۹) ابن خلکان: وفیات الاعیان، ۱/ ۳۶۹: الصفدی ۱/ ۱۷۵۔ الصفدی اور حاجی خلیفہ نے سال وفات ۴۹۳ھ/ ۱۰۹۹ء تحریر کیا ہے جو کہ تسامح ہے۔ ابن خلکان نے ۴۷۳ھ تحریر کیا ہے جو درست ہے.

(۳۰) دیکھیے مقدمہ رحلۃ لابن جبیر الاندلسی۔ نیز ابن خلکان اشاریہ۔

(۳۱) سرکیس: معجم المطبوعات العربیہ، اشاریہ

(۳۲) حاجی خلیفہ: کشف الظنون ۲/ ۱۴۱۹۔

(۳۳) کشف الظنون، ۱/ ۸۳۶

(۳۴) کشف الظنون، ۱/ ۸۳۶

(۳۵) السبکی: طبقات الشافعیہ ۶/ ۹۴ کوپرولی زادہ: مفتاح السعادۃ، ۱/ ۲۱۰

(۳۶) الیان سرکیس: معجم المطبوعات، ۱/ ۵۵۱

(۳۷) کشف الظنون، ۱/ ۸۳۵.

(۳۸) ایضاً، ۱/ ۸۳۶.

(۳۹) اسماعیل پاشا البغدادی، ۱/ ۵۵۱.

(۴۰) سرکیش: معجم المطبوعات العربیہ ۱/ ۹۸۹